السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اس آیت میں تو شرطیہ ہے کیا لو وقوع جزاو شرط کو مستلزم ہے یا نہیں اور یہ آیت قیاس اقترانی ہوسکتی ہے یا نہیں ۔ اگر ہے تو آپ بصورت قیاس اقترانی و رمنطق اس آیت کو بیان فرمائیں ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس اعتراض کے تین جواب دیئے ہیں ۔

ایک یہ کہ وَلَوْكُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے وقت آپ ؐ کو بعض غیب کی باتوں کا علم تھا ۔ مگر آپ ؐ نے بطور تواضع کے کلی طور پر علم غیب کی نفی کردی ۔

دوم یہ کہ وَلَوْكُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے وقت اگرچہ آپ ؐ کو کسی غیب کی بات کا علم نہ تھا ۔ پھر خدا نے آپ ؐ کو بعض باتوں کی خبر دی ۔ جیسے آیتہ فَلَا يُظْهِرُ سے ظاہر ہے

سوم یہ کہ آپ کا وَلَوْكُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنا اپنے طور پر نہیں ۔ بلکہ کفار کے سوال کے جواب میں ہے اس وقت آپ ؐ کو کسی بات کی اطلاع نہ تھی ۔ جب اس کے بعد خدا نے آپ ؐ کو بذریعہ وحی بعض باتوں کی خبر دی ۔ تو یہ آپ ؐ کی نبوت کی دلیل بن گئی ۔ پہلے جواب کے اعتراض سے دو باتیں حاصل ہوئیں ۔ ایک یہ کہ آپ ؐ کو خدائی اختیارات نہ تھے ۔ بلکہ جیسے اور انسانوں کی قدرت ہے ۔ اس طرح کی قدرت آپ ؐ کی تھی ۔ (دوم) یہ کہ آپ ؐ کو تمام باتوں کا علم نہ تھا ۔ ورنہ اس قدرت کے ساتھ بہت سی بھلائی جمع کرلیتے اور برائی سے بچ جاتے ۔ دوسرے اعتراض کے تینوں جوابوں سے معلوم ہوا کہ آپ ؐ کو بذریعہ وحی بعض پوشیدہ باتوں کا علم حاصل ہے خواہ وَلَوْكُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے وقت ہو اور بطور تواضع کے کلی پر نفی کردی ۔ ہو اور خواہ وَلَوْكُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے بعد ہوا ہو ۔ اور بعد ہونے کی صورت میں خواہ کلام کفار کے سوال کا جواب ہو ۔ یا اپنے طور پر ۔ خلاصہ یہ کہ دونوں اعتراضوں کے جوابوں سے توحید کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں وہ یہ کہ نہ آپ ؐ کو خدائی اختیارات حاصل ہیں ۔ نہ آپ ؐ کو علم غیب ہے ۔ بجز ۔ اس کے کہ کوئی بات آپ ؐ کو خدا تعالی بذریعہ وحی معلوم کرادے ۔ غرض تفسیر جمل کی عبارت فریق مخالف کو مفید نہیں ۔ بلکہ انہی پر حجت ہے ۔ مگر وہ بے سمجھے بن سوچے پیش کررہے ہیں ۔ اور عموما ان کی یہی حالت ہے خدا ان کو سمجھ دے آمین ۔ رہا شرط وجزاء کے وقوع کا مسئلہ کہ آیت قیاس اقترانی ہوسکتی ہے یا نہیں ۔ سواب دونوں کی تفصیل سنیئے

تفصیل اول

عموما یہ مشہور ہے کہ شرط وجزاء کا وقوع ضرور نہیں ۔ حالانکہ کے حقیقت کچھ اور ہے اور یہ کہ کلمات شرط کئی ہیں کسی میں وقوع ضروری ہے ۔ کسی میں وقوع ضروری نہیں مثلا اذا میں وقوع ضروری ہے ان میں ضروری نہیں اہل عربیت کے نزدیک ان مشکوک کے لئے ہے اور چونکہ ان شرط میں اصل ہے اور مشہور ہے ۔ اس لئے یہ بات مشہور ہوگی ۔ کہ شرط جزاء کا وقوع ضروری نہیں ۔ حالانکہ ضروری بھی ہے اور نہیں بھی لو میں عدم وقوع ضروری ہے ۔ نورالانوار میں ہے ۔

(وہو بمعنی الماضی بمعنی ان انتقاء الجازء فی الخارج فی الزمان الماضی با نتفاء الشوط کما ہو عند اہل العیبتہ اوان انتقاء الشرط فی الماضی لاجل انتفاء الجزاء کما ہو عند ارباب العقولِ (نورالانوار صیحت حروف شرط ص ۱۴۰

ترجمہ ۔ لو اہل عربیت کے نزدیک انتقاء جزاء کے لئے ہے بوجہ انتقاء کے اور ارباب معقول کے نزدیک انتقاء شرط کے لئے ہے ۔ بوجہ انتقاء جزاء کے قرآن مجید میں دونوں طرح استعمال ہوا ہے ۔ آیت کریمہ لَوْكَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ارباب معقول کے موافق ہے ۔ اس طرح آیت کریمہ وَلَوْكُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (پ ۴ رکوع ۷) اہل عربیت کے موافق آئی ہے ۔ یعنی اگر تو سخت زبان سخت دل ہوتا ہے تو یہ لوگ تیرے اردگرد سے منتشر ہوجاتے ۔ اس طرح آیت کریمہ وَلَوْأَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ (پ۵ النساء : ٦٦) اہل عربیت کے موافق ہے یعنی اگر ہم ان پر لکھتے کہ اپنی جانوں کو قتل کردیا اپنے گھروں سے نکل جاو ۔ تو وہ یہ کام نہ کرتے مگر ان سے تھوڑے ۔ نوٹ ۔ لو اہل عربیت کے موافق عربی محاورات میں کثرت سے استعمال ہوا ہے ۔ اس لئے اہل عربیت نے اس معنی کو اختیار کیا ہے اور ارباب معقول کا مقصد چونکہ انتقاء لازم سے انتقاء ملزوم پر استدلال کرنا ہے ۔ اس لئے ان کے نزدیک دوسرا معنی معتبر ہے ۔

تفصیل دوم

آیت کریمہ کی ظاہر صورت تو قیاس استثنائی ہے ۔ اگر قیاس اقترانی بنانا چاہیں تو شکل ثانی کی صورت میں بن سکتا ہے ۔ ہم قیاس استثنائی اور قیاس اقترانی دونوں کا ذکر کرتے ہیں ۔ مگر پہلے تھوڑی سی تمہید سن لیں ۔

تمہید قیاس اثتنائی میں اگر مقدمہ موضوعہ متصلہ ہو تو اس ملازمہ کلیہ شرط (1) ہے اور قیاس اقترانی کی شکل ثانی میں اختلاف مقدمتین فی الکیف اور کلیہ کبری شرط ہے پھر ملازمہ کی دو قسمیں ہیں ۔ عقلی اور عرفی عقلی جیسے طلوع شمس کو وجود النہار لازم ہے اور عرفی جیسے حاتم طائی کو سخاوت لازم ہے ۔ علم الغیب اور استکثار من الخیر کے درمیان بھی عرفی لزوم ہے ۔ کیونکہ عموما دستور ہے کہ جب انسان جو خیر وشر کا علم ہوتا ہے تو وہ خیر کو حاصل کرتا اور شر سے

بچتا ہے خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ذات سے خبر دے رہے ہیں۔ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں ایسا کرتا۔ تو علم غیب کی صورت میں اس کا وقوع ضروری ہوگیا۔ ورنہ آپؐ کی کلام میں کذب لازم آئے گا۔ اور کلمہ لو کا استعمال۔ بے محل ہوجائے گا۔ جس سے خدا اور رسول دونوں پاک ہیں۔ شاید کہا جائے کہ لو ان۔ اذا مہملہ کا سور ہیں۔ اور مہملہ جزیہ کی قوۃ میں ہوتا ہے تو پھر ملازمہ کلیہ کس طرح ہوا۔ اس کا جواب یہ کہ لو مجازاان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ اصول فقہ میں مسائل طلاق وغیرہ میں لکھا ہے (ملاحظہ ہو نورالانوار مجبث حروف شرط ص ۱۴۰) اس وقت وہ مہملہ کا سور ہوگا۔ ورنہ وہ اپنے معنی میں مہملہ کا سور نہیں بن سکتا۔ قرآن مجید میں ہے لَوْكَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اس میں ملازمہ کلیہ ہے اگر ملازمہ کلیہ نہ ہو تو یہ توحید کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اس طرح آیت زیر بحث کو سمجھنا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ لو کا اپنا معنی انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم جوارباب معقول کے ہاں معتبر ہے ملازمہ کلیہ کو مستلزم ہے اس لئے اس حالت میں مہملہ کا سور نہیں ہوگا۔

قیاس استثنائی۔ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ولکنی لم استکثر من الخیر ومسنی السوء فلم اکن اعلم الغیب۔

قیاس اقترانی۔ انا لست مسکثر الخیر ومسبنی السوء وکل عالم الغیب مستکثر لخیر ولم یمسہ السوء فانا لست عالم الغیب۔

فتاوی روپڑی جلد اول ص ۲۲۰، ۲۲۱

ملازمہ کلیہ سے مراد لزوم کلی ہے ۱۲۰ (1)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاوی علمائے حدیث

جلد 10 ص 20-24

محدث فتویٰ